بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فصل اوّل

کاذب مدعیانِ نبوّت اور سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ

آیت ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل کا فیصلہ کن معیار

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

(حضرت مسیح موعودؑ)

ابتداءِ آفرینش سے خدا کے برگزیدہ نبی آسمانی پیغام لیکر آتے رہے، وہ خدا کا نُور اور اہلِ دُنیا کے ہمدرد و خیرخواہ تھے۔ مگر تاریکی کے فرزندوں نے اس نور کا انکار کیا اور اس کے بجھانے کے درپے ہوگئے۔ آسمانی کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ خدا کے راستباز وفادار اور سچے رسول زمینی لوگوں کی زبان سے کاذب، فریبی اور دجال قرار دیئے گئے۔ ان کو گالیاں دی گئیں۔ وہ ستائے گئے۔ وطنوں سے بے وطن کئے گئے۔ ان پر پتھر برسائے گئے۔ الغرض نسلِ آدم کے ایک بڑے حصہ نے آدم کے بہترین فرزندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا۔ چونکہ خدا کے پیارے اس کی خاطر موردِ لعن وطعن بنائے گئے اسلئے خدا وند ہمیشہ سے انکی سپر اور انکے دشمنوں کے لئے صاعقہ بنا رہا۔ راستبازوں کے لیئے اس کی غیرت بھڑکی اور اس نے ان میں اور ان کے غیروں میں نمایاں امتیاز قائم کر دیا۔ نشانات و معجزات کی بارشیں اغیار کے لیئے قہری تجلّیات اور انبیاء کے متبعین کے لئے فیوض وانوار کی کثرت ان کی صداقت پر

زبردست گواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صادقوں اور کاذبوں میں امتیازات قائم کر دیئے ہیں تا دنیا گمراہی سے نجات پائے اور حق کی مخالفت سے تباہ نہ ہو جاوے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ وہ غیور خدا جو انبیاء کے متبعین سے امتیازی سلوک کا وعدہ[1] فرماتا ہے اور متقین کے لیئے فرقان بناتا[2] کرتا ہے۔ صادق اور کاذب نبیوں کو بلا امتیاز چھوڑ دیتا؟ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فیصلہ فرمانے میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی۔ مگر افسوس کہ نادان ان قوانین الٰہیہ کو پس پشت ڈال کر اس کی کھلی کھلی تائیدات سے انحراف کر کے اور سچے نبی کے پاک چہرہ[3] سے اس کے پاکیزہ افعال اور عمدہ تعلیمات سے انکار کر کے اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کی بجائے اعتراضات کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیتے ہیں لیکن صاحبِ بصیرت انسان کے لئے ان اعتراضات کے باوجود صداقت اپنی پوری شان سے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولوں کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کے مخالف وہی اعتراض کرتے ہیں جو پہلے نبیوں کے مکذبین کرتے رہے اور اس طرح وہ اپنے مسلّمات سے بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ قرآن مجید نے کیا ہی لطیف پیرایہ میں اس صداقت کا اظہار فرمایا ہے۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (احقاف ع) کہ تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی انبیاء و رسل مبعوث ہو چکے ہیں۔ تم اسی منہاج پر مجھے پرکھ لو۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ (حٰم السجدہ ع) کہ اے رسول! تجھ پر لوگ وہی اعتراض کرتے ہیں جو گزشتہ صادق نبیوں پر کئے گئے۔ حالانکہ وہ اعتراضات قبل ازیں غلط قرار پا چکے ہیں۔ پس آج بھی ان کے اعتراضات باطل ہیں اور تو راستباز ہے۔

اس فرقانی معیار کے مطابق ہر وہ اعتراض جو مخالفینِ صداقت نے گزشتہ نبیوں پر کیا غلط اور ناقابلِ التفات ہے۔ کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ مسلمان

---

[1] ام نجعل المتقین کالفجار (ص ع) [2] وان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقاناً (انفال ع) [3] ایک حدیث کے الفاظ "ان وجھہ لیس بوجہ کذاب" (ترمذی جلد ۲ صفحہ) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی یہ منہ جھوٹے کا منہ نہیں ہو سکتا"۔

کہلانے والے آیاتِ مذکورہ کی موجودگی میں بھی خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی برحق حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف انہی اعتراضات کو دُہرا رہے ہیں جو بارہا انبیاء صادقین پر کئے گئے اور غلط قرار پائے۔

مصنّف کتاب "عشرہ کاملہ" نے پہلی فصل میں بزعم خود "دس کاذب مدعیانِ نبوت" کا ذکر کیا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشابہت (نعوذ باللہ) اسی گروہ سے ہے۔ کیونکہ جس طرح حضرت مرزا صاحب کو بعد دعویٰ وحی و الہام ایک لمبا عرصہ (کم و بیش تیس برس) تک اشاعتِ دعویٰ کے لئے مہلت ملی ہے ویسے ہی بعض کاذب مدعی بھی ایسے گزرے ہیں جو طویل عرصہ تک جھوٹے الہامات کی اشاعت کرتے رہے ہیں اور انہوں نے قبولیت حاصل کی ہے۔ گویا مصنّف مذکور کی تمام کوشش کفار کے قول اِنْ ھٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کی صدائے بازگشت ہے۔ منشی محمد یعقوب صاحب کی اس جدوجہد کی علّتِ غائی ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:

"مرزا صاحب آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ سے یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو ۲۳ سال تک مہلت نہ پا سکتا جو زمانہ نبوت حضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے لیکن اس آیت سے ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ کئی کاذب مدعیان کا زمانہ ۲۳ سال کی مدت سے زیادہ ہے۔ جیسے ابو منصور ۲۷ سال۔ محمد بن تومرت ۲۴ سال۔ حسن بن صباح ۳۵ سال۔ صالح بن طریف ۴۷ سال۔ اکبر بادشاہ ہند ۲۰ سال وغیرہ۔ اور ایسے ہی کئی صادق نبیوں کا زمانۂ نبوت ۲۳ سال سے بہت کم ہے مثلاً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ بفرضِ محال اگر مرزا صاحب کا استدلال مان بھی لیا جاوے تو انہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے دعوئ نبوت کو کفر قرار دیا ہوا تھا۔ سنہ مذکور میں دعویٰ کیا اور سات برس بعد ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ ۲۳ سال نبی کہاں رہے۔ یہ آیت بھی مکی ہے۔ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد دعوئ نبوت ۱۳ سال تشریف فرما رہے پھر ۲۳ سالہ مدت کی حجت کفارِ مکہ پر کس طرح پیش ہو سکتی تھی؟" (حاشیہ صفحہ ۲۰-۲۱)

گویا آپ آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کے محکم استدلال کو ان ہوائی باتوں سے غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اسی ایک مقصد کے لیئے آپ نے رطب و یابس اور بے سروپا باتیں لکھ دی ہیں۔ ہم تفصیلی طور پر جواب شروع کرنے سے پہلے منشی صاحب کا اعتقاد بھی ان کے اپنے الفاظ میں درج کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں :-

"قرآن شریف میں کہیں ذکر نہیں کہ مفتری جلد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ خدا پر افترا کرنیوالے بعض جلدی مارے گئے۔ بعض پہلے نہایت غریب تھے مگر افترا علی اللہ کرنے کے بعد بادشاہ بن گئے اور عرصہ تک بادشاہت کے ساتھ اپنے افترا کی بھی اشاعت کرتے رہے۔ چنانچہ عبداللہ صاحب افریقہ۔ ابن تومرت۔ صالح بن طریف نے نبوت اور نزولِ وحی کے دعوے کیئے اور تینوں بادشاہ ہوئے۔ اور عرصہ تک بادشاہت کرتے رہے۔ ان کی اولاد اور اُمّت میں بھی عرصہ دراز تک حکومت و سلطنت رہی۔ یہی حال سچے نبیوں کا ہوا ہے کہ بعض کو دشمنوں نے جلد ہی شہید کر دیا۔ جیسے حضرت یحییٰ حضرت زکریا علیہما السلام۔ اور بعض زیادہ عرصہ تک ہدایت پھیلاتے رہے۔" (صث)

ان ہر دو بیانات کا ملخص یہ ہے کہ :-

(الف) آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا سے ۲۳ سال والا معیار ثابت نہیں کیونکہ کئی کاذب مدعیانِ نبوت کا زمانہ ۲۳ سال سے زیادہ ہوا ہے۔ گویا آیتِ قرآنی کا یہ مفہوم تاریخی واقعات کے خلاف ہے۔

(ب) نیز کئی صادق نبیوں کا زمانہ ۲۳ سال سے بہت کم ہوا ہے۔ جیسے حضرت یحییٰؑ وغیرہ۔

(ج) ۲۳ سالہ معیار کو درست مان کر بھی حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپ کو صرف سات سال مہلت ملی ہے اور پھر آیت بھی غلط ہے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ سال نہیں رہے۔

آیت ولو تقوّل علینا اور معیار

قرآن مجید ایک محکم کتاب ہے۔ دنیا کا کوئی علم اس کے ایک شوشہ کو

باطل نہیں کر سکتا ۔ ارشادِ خداوندی ہے لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید (حٰمٓ السجدة ع ۵) فلسفہ اپنے تمام اصولوں سمیت قرآنی حکمت کے بالمقابل ہیچ محض ہے ۔ تاریخ اپنی سب روایات کے ساتھ بیاناتِ قرآنی کے سامنے لاشئے ہے ۔ پس آؤ کہ ہم تاریخی روایات پر نظر ڈالنے سے پہلے ربّ السمٰوٰت والارض کے فرمان کا صحیح مفہوم معیّن کر لیں ۔ اور وہ بھی اپنی رائے کے ماتحت نہیں کیونکہ مَن فسّر القرآن برأیه فقد کفر کی وعید موجود ہے ۔ بلکہ القرآن یفسّر بعضهٗ بعضاً کے ماتحت آیتِ فرقانی کو حل کریں ۔ سب سے پہلے ہم کو اصولاً یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیت متنازع فیہا کا کیا منشاء ہے ۔ اگر اس آیت سے ۲۳ سال والا معیار سچا ثابت ہو جائے تو معترض کا اعتراض احمدیت یا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر نہ ہو گا بلکہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو گا ۔ اور اگر یہ معیار ہی ثابت نہ ہو تو اعتراض بیجا ہے ۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الحاقۃ رکوع ۲ میں فرماتا ہے :-

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ○

ترجمہ :- "اگر یہ مدعی بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کرتا ۔ تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے ۔ اور پھر تم میں سے کوئی اس کو بچا نہ سکتا ۔"

اس آیت میں کفار و منکرین کے سامنے ایک نہایت زبردست اور مسکت معیار پیش کیا گیا ہے ۔ فرمایا کہ اگر یہ مدعی سچا نہ ہوتا بلکہ مفتری ہوتا جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو ہم اس کو پکڑ لیتے اور قتل کروا دیتے ۔ یعنی یہ اتنی مہلت نہ پا سکتا ۔ اس کا اتنی مہلت پانا اور قتل سے بچ رہنا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ یہ جھوٹا نہیں ۔[1]

مفسّرین کے دس حوالے

اس آیت کی تفسیر میں علّامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں :-

هٰذا ذكرهٗ علىٰ سبيل التمثيل بما يفعله الملوك بمن

---

[1] اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہو جاتا ہے جو کہا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو انگریزوں نے بچایا ہے ۔ تو اللہ فرماتا ہے غلط ہے ۔ اگر یہ مفتری ہوتا تو انگریز تو کیا ساری دنیا مل کر بھی اس کو بچا نہ سکتی ۔ منہ

یتکذّب علیھم فانّھم لا یمھلونہٗ بل یضربون رقبتہٗ فی الحال ۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۰۵ مطبع میمنیہ مصر)

ترجمہ: "اس آیت میں مفتری کی حالت تمثیلاً بیان کی ہے کہ اس سے وہی سلوک ہوگا جو بادشاہ ایسے شخص سے کرتے ہیں جو اُن پر جھوٹ باندھتا ہے۔ وہ اس کو مہلت نہیں دیتے بلکہ فی الفور قتل کروا دیتے ہیں" (یہی حال مفتری علی اللہ کا ہوتا ہے)۔

پھر آپ اس عدم مہلت اور جلد قتل کئے جانے پر عقلی و نقلی بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

ھٰذا ھو الواجب فی حکمۃ اللّٰہ تعالیٰ لئلّا یشتبہ الصادق بالکاذب (جلد ۸ صفحہ ۲۰۵) کہ "اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت ایسا ہونا ضروری اور واجب ہے تاکہ صادق و کاذب کے حالات مشتبہ نہ ہو جائیں"

گویا جس طرح آیت اس معیار کی مؤیّد ہے عقل بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

امام ابو جعفر طبری لکھتے ہیں:۔

ولو تقوّل علینا محمّدٌ بعض الاقاویل الباطلۃ وتکذّب علینا لاخذ نامنہ بالیمین یقول لاخذ نامنہ بالقوّۃ منّا والقدرۃ ثمّ لقطعنا منہ نیاط القلب وانما یعنی بذٰلک انہ کان یعاجلہ بالعقوبۃ ولا یؤخرہٗ بھا۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۴۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ اگر آنحضرت نے ہم پر افتراء باندھا ہوتا تو ہم اس سے سخت گرفت کرتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو جلد سزا دیتا اور اتنی مہلت نہ دیتا"

علامہ زمخشری فرماتے ہیں:۔

"والمعنی ولو ادّعی علینا شیئًا لم نقلہ لقتلناہ صبرًا کما یفعلہ الملوک بمن یتکذّب علیھم معاجلۃ بالسخط والانتقام"

(تفسیر کشاف صفحہ ۱۵۲۳ مطبوعہ کلکتہ)

ترجمہ:۔ "اگر یہ مدعی ہم پر افتراء کرتا تو ہم اس سے جلد انتقام لیتے اور اس کو قتل

کر دیتے جیسا کہ بادشاہ ان کے ساتھ کرتے ہیں جو ان پر جھوٹ باندھتے ہیں۔"

علامہ شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں :۔

والمعنی لوکذب علینا لامتناہ فکان کمن قطع وتینہ۔ (تفسیر صاوی علی الجلالین جلد ۴ صـ ۲۳۵) اگر یہ ہم پر جھوٹ باندھتا تو ہم اس کو فوراً مروا دیتے۔"

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے :۔

قال شیئاً من عنده فنسبه الینا ولیس کذلک لعاجلناه بالعقوبة۔ کہ اگر یہ رسول اپنے پاس سے ایک بات بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اس کو جلد سزا دیتے۔" (ابن کثیر جلد ۱۰ صـ ۷ برحاشیہ فتح البیان)

تفسیر روح البیان میں لکھا ہے :۔

فی الآیة تنبیهٌ علیٰ ان النبیّ علیه السلام لوقال من عند نفسه شیئاً او زاد او نقص حرفاً واحداً علیٰ ما اوحی الیه لعاقبه الله وهو اکرم الناس علیه فما ظنک بغیره (جلد ۴ صـ ۱۶۲) کہ اس آیت (لوتقول علینا) میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی بات اپنے پاس سے کہہ دیتے یا وحی میں کمی و بیشی کر دیتے تو اللہ تعالیٰ انکو سخت سزا دیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ اللہ کے ہاں سب سے اکرم ہیں جب آپ کا یہ حال ہے تو دوسرا مفتری کیونکر بچ سکتا ہے۔"

علامہ سیوطی رقمطراز ہیں :۔

ثمّ لقطعنا منه الوتین نیاط القلب وهو عرق متصل به اذا انقطع مات صاحبه (جلالین مطبع مجتبائی صـ ۴۶۸) قطع الوتین سے مراد موت ہے کیونکہ الوتین دل کی رگ کا نام ہے جب وہ کٹ جاتی ہے تو انسان مر جاتا ہے۔"

فتح البیان میں لکھا ہے :۔

المعنی لقتلناه صبراً کما یفعل الملوك بمن یتکذب علیهم معاجلة بالسخط والانتقام (جلد ۱۰ صـ ۴۷) یعنی اس آیت کے معنی یہ ہیں

کہ افتراء کی صورت میں ہم اس کو جلد ہلاک کر دیتے۔ جیسا کہ بادشاہ اُن لوگوں کے متعلق کرتے ہیں جو اُن پر افترا باندھتے ہیں۔"

شہاب لکھتے ہیں :-

ھو تصویر لاھلاکہ بافظع مایفعلہ الملوك بمن یغضبون علیہ وھوان یأخذ القتّال بیمینہ ویکفحہ بالسیف و یضرب بہٖ جیدہ (شہاب علی البیضاوی جلد ۸ صفحہ ۲۴۱) قطع الوتین وغیرہ میں ہلاکتِ مفتری کا وہ بھیانک ترین نقشہ کھینچا گیا ہے جو شاہانِ وقت انکے لئے اختیار کرتے ہیں جن پر وہ ناراض ہوتے ہیں اور وہ یوں کہ جلاد اس شخص یا مفتری کا دایاں ہاتھ پکڑیگا اور تلوار سامنے سے چلا کر گردن اُڑا دیگا۔"

علامہ الخطیب الشربینی فرماتے ہیں :-

قال السدی ومقاتل رضی اللہ عنھما انتقمنا منہ بالحق والیمین علیٰ ھذا بمعنی الحق (السراج المنیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۳) امام سُدّی اور مقاتل کا قول ہے کہ اخذ نا منہ بالیمین سے یہی مراد ہے کہ ہم مفتری سے یقیناً انتقام لیتے ہیں۔ تلك عشرة کاملة۔

تفاسیر کے ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ مفسّرین کے نزدیک اس آیت میں مفتری کی سزا کا ذکر ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کو اس قدر عرصہ کی مہلت نہیں دی جا سکتی۔ جتنا عرصہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ کا اعلان فرماتے رہے۔ یعنی ۲۳ برس۔ بلکہ وہ جلد تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور اس کا سلسلہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ مفسّرین اس بیان میں متفق اللسان ہیں۔ اگر مجھے طوالت کا خوف نہ ہوتا تو جملہ تفاسیر کے حوالجات نقل کر دیتا۔ بہرحال مفسّرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں مفتری کی جلد ہلاکت و بربادی کا معیار مذکور ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کاذب مدعیٔ الہام کو تئیس سال تک پہنچنے کا موقعہ نہیں دیتا۔

دس آیاتِ قرآنیہ اور مفتری کی ہلاکت

ناظرینِ کرام! آیت ولو تقوّل علینا کے مفہوم کی تائید اور مکذب پٹیالوی کے بیان "قرآن شریف میں کہیں ذکر نہیں کہ مفتری جلد ہلاک کر دیا جاتا

ہے" کی مزید تردید کے لئے ہم ذیل میں قرآن مجید کی دس آیات درج کرتے ہیں۔

(۱) قَالَ لَهُمْ مُوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (طٰہٰ ع) حضرت موسیٰ نے ان (جادوگروں) سے کہا تم خدا تعالیٰ پر افتراء نہ کرو ورنہ وہ تم کو عذاب سے ہلاک کر دیگا اور مفتری یقیناً ناکام ہوتا ہے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (النحل ع) جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(۳) قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ (ہود ع۳) اے رسول کہدے کہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو اس کا وبال مجھ پر پڑیگا ہاں میں تمہارے جرموں سے بیزار ہوں۔ (والاصل ان افتریتہ فعلیّ عقوبۃ افترائی۔ روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۲۴ – یعنی سچ یہ ہے کہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو مجھے میرے افتراء کی سزا ملے گی۔)

(۴) اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ (اعراف ع۱۹) جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ذلت پڑے گی اسی زندگی میں۔ ہم مفتریوں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔

(۵) وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ (المؤمن ع) اگر یہ مدعی جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑے گا۔

(۶) قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (الجن ع۲) کہدے کہ (اگر میں افتراء سے کام لے رہا ہوں تو) مجھ کو اللہ کے مقابلہ پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی اس کے سوا کوئی ٹھکانا ہے۔

(۷) اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (الطور ع) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کی ہلاکت کے منتظر ہیں" گویا کافر جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری قرار دیتے تھے وہ بھی جانتے تھے کہ مفتری ہونے کی وجہ سے یہ جلد ہلاک ہوگا۔ افسوس کہ آج مسلمان کہلا کر یہ لوگ مفتری کی جلد ہلاکت سے منکر ہو رہے ہیں۔

(٨) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْکَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اُولٰٓئِکَ یَنَالُھُمْ نَصِیْبُھُمْ مِّنَ الْکِتَابِ - الآیہ (الاعراف ع) کون زیادہ ظالم ہے مفتری سے یا مکذب آیات اللہ سے - ایسے لوگوں کو اُن کا مقرر حصہ (عذاب و سزا کا) ضرور ملے گا - گویا مفتری علی اللہ کے لئے بھی سزا مقرر ہے جیسا کہ دوسری آیات سے واضح ہے۔

(٩) قل ان افتریتہٗ فلا تملکون لی من اللہ شیئًا - الآیہ (احقاف ع) اے رسول کہدے کہ اگر میں نے یہ افترا کیا ہے تو تم اللہ کی سزا سے میرے لئے کسی چیز کے مالک نہیں ہو سکتے۔

(١٠) قل یٰقوم اعملوا علیٰ مکانتکم انّی عاملٌ فسوف تعلمون من یأتیہ عذابٌ یخزیہ و یحل علیہ عذابٌ مقیم (زمر ع) اے نبی ان سے کہدے کہ میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو میں اپنی جگہ عمل کرتا ہوں۔ عنقریب تم جان لوگے کہ کس پر ذلیل کن عذاب (دنیا میں) آتا ہے اور پھر عذاب مقیم (آخرت میں) اُترتا ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

یہ دس آیات اس باب میں قطعیۃ الدلالت ہیں کہ مفتری ہلاک کیا جاتا ہے، اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے، جلد تباہ کیا جاتا ہے اور مورد عذاب بنتا ہے - پس آیت ولو تقول علینا کا مفہوم تفاسیر اور دیگر آیات کی روشنی میں وہی ہے جو اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔

تورات و انجیل کے دس حوالے اور مفتری کی ہلاکت

لکھا ہے :-

(١) "خداوند یوں کہتا ہے ان نبیوں کی بابت جو میرا نام لیکے نبوت کرتے ہیں جنہیں میں نے نہیں بھیجا اور جو کہتے ہیں کہ تلوار اور کال اس سرزمین پر نہ ہوگا - یہ نبی تلوار اور کال سے ہلاک کئے جائیں گے۔" (یرمیاہ ١٤/١٥)

(٢) "وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔" (استثناء ١٨/٢٠)

(۳) "خداوند یہوواہ کہتا ہے کہ مَیں تمہارا مخالف ہوں اور میرا ہاتھ ان نبیوں پر جو دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹی غیب دانی کرتے ہیں چلے گا۔ وہ میرے لوگوں کے مجمع میں شامل نہ ہوں گے" (حزقیل ۱۳/۹-۸)

(۴) جھوٹے نبیوں اور ان کے انجام کے متعلق فرمایا :-

"مَیں اپنے غضب کے طوفان سے اُسے توڑ دوں گا اور میرے قہر سے جھاجھم مینہ برسے گا اور میرے خشم کے پتھر پڑیں گے۔ تاکہ اسے نابود کریں سو مَیں اس دیوار کو جس پر تُو نے کچی کہگل کی ہے توڑ ڈالوں گا اور زمین پر گراؤں گا یہاں تک کہ اس کی نیو ظاہر ہو جائے گی۔ ہاں وہ گرے گی اور تم اسکے بیچ میں ہلاک ہوگے اور جانوگے کہ مَیں خداوند ہوں۔" (حزقیل ۱۳/۱۴-۱۳)

(۵) "خداوند اسرائیل کے سر اور دُم اور شاخ اور دنے کو ایک ہی دن میں کاٹ ڈالیگا وہ جو بُزرگ ہے اور عزّت دار وہی سر ہے۔ اور جو نبی جھوٹی باتیں سکھاتا ہے وہی دُم ہے۔" (یسعیاہ ۹/۱۵)

(۶) "اور ایسا ہوگا کہ جب کوئی نبوّت کرے گا تو اُس کے ماں باپ جن سے وہ پیدا ہؤا اُسے کہیں گے کہ تُو نہ جیئے گا۔ کیونکہ تُو خداوند کا نام لیکے جھوٹ بولتا ہے۔" (زکریا ۱۳/۳)

(۷) "اور وہ نبی یا وہ خواب دیکھنے والا (جھوٹا) قتل کیا جائے گا۔" (استثناء ۱۳/۵)

(۸) "نبی اور کاہن دونوں ناپاک ہیں۔ ہاں مَیں نے اپنے گھر کے بیچ ان کی بُرائی پائی۔ خداوند کہتا ہے اسلیئے ان کی راہ ان کے حق میں ایسی ہوگی جیسے پھسلنی جگہیں تاریکی کے وقت میں وہ ان میں کھدیڑے جا کے وہاں گریں گے۔ کہ مَیں ان پر بلا لاؤں گا۔ کہ یہ ان سے انتقام لینے کا برس ہے۔" (یرمیاہ ۲۳/۱۲-۱۱)

(۹) "ربّ الافواج نبیوں کی بابت یُوں کہتا ہے کہ دیکھ مَیں انہیں ناگدونا کھلاؤنگا اور ہلاہل کا پانی پلاؤں گا۔ کیونکہ یروشلیم کے نبیوں کے سبب سے ساری سرزمین میں بے دینی پھیلی ہے۔" (یرمیاہ ۲۳/۱۵)

(۱۰) "یہ تدبیر یا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہؤا تو آپ برباد ہو جائے گا لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کرسکو گے۔" (اعمال ۵/۳۸)

تلك عشرة كاملة۔

ان تمام بیانات سے عیاں ہے کہ جس طرح نصوصِ قرآنیہ مفتری کی جلد ہلاکت پر شاہدِ ناطق ہیں اُسی طرح بائیبل کی شہادت بھی اس باب میں یہی ہے۔ پس ؎

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں — عزت نہیں ہے ذرہ بھی اُن کی جناب میں
توریت میں بھی نیز کلام مجید میں — لکھا گیا ہے رنگ وعیدِ شدید میں
کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افتراء — ہوگا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا (دُرِّثمین)

۲۳ سالہ معیار اور علمائے اہلسنت والجماعت

قرآن مجید کی تصریحات کے پیشِ نظر اس عنوان کی ضرورت نہیں تھی لیکن اتمامِ حجت کی خاطر اس ضمن میں بھی چند اقتباس درج ذیل ہیں۔

(۱) عقائد کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے:۔

"فان العقل یجزم بامتناع اجتماع ھٰذہ الامور فی غیر الانبیاء وان یجمع اللّٰہ تعالیٰ ھٰذہ الکمالات فی حق من یعلم انہ یفتری علیہ ثم یمھلہ ثلاثاً وعشرین سنۃ۔" (مطبع مجتبائی ص۱۰۱)

کہ عقل اس بات پر کامل یقین رکھتی ہے کہ یہ امور (معجزات اور اخلاقِ عالیہ وغیرہ) غیر نبی میں نہیں پائے جاتے۔ نیز یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ یہ باتیں کسی مفتری میں جمع نہیں کرتا اور یہ بھی کہ پھر اس کو تئیس برس مہلت نہیں دیتا۔"

(۲) حضرت امام ابن القیمؒ ایک عیسائی مناظر کے سامنے بطور دلیلِ صداقت فرماتے ہیں:۔

وھو مستمر فی الافتراء علیہ ثلاثاً وعشرین سنۃ وھو مع ذٰلک یؤیدہٗ۔ (زاد المعاد جلد ۱ ص۵۰۰)

کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جسے تم مفتری قرار دیتے ہو وہ مسلسل تئیس برس تک اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بایں ہمہ اس کو ہلاک کرنے کی بجائے اس کی تائید کرے؟"

گویا حضرت امام ابن القیمؒ کے نزدیک تئیس برس تک مہلت پانا دلیلِ صداقت ہے۔

(۳) شرح الحقائد کی شرح النبراس میں ۲۳ سالہ معیار کی وجہ بایں الفاظ درج ہے:۔

"فات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعث وعمرہ اربعون سنۃ وتوفی وعمرہٗ ثلاث وستون سنۃ علی الصحیح" (ص۲۲۴)

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوئے اور تریسٹھ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوگیا۔ گویا حضورؐ بعد دعویٰ وحی تیئیس برس تک زندہ رہے" اور یہ صداقت کا کامل معیار ہے۔ یعنی جو مدعیٔ وحی والہام اتنا عرصہ مہلت پالے وہ یقیناً سچا ہے۔

(۴) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:-

(الف) "نظام عالم میں جہاں اور قوانین خداوندی ہیں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعیٔ نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔" (مقدمہ تفسیر ثنائی ص۱۷)

(ب) "دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے۔ جو کوئی زہر کھائیگا ہلاک ہوگا۔" (مقدمہ تفسیر ثنائی ص۱۷ حاشیہ)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق یہ عقیدہ مسلم ہے کہ مفتری جلد ہلاک ہوتا ہے اور اس کو تیئیس برس کی مہلت نہیں مل سکتی۔ یاد رکھیئے سے

افترا کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی
جو ہو مثلِ مدتِ فخر الرسل فخر الخیار

ایک شبہ کا ازالہ

غیر احمدی علماء اس مقام پر عاجز آکر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے اور اس دلیل کا اثر صرف حضورؐ کی صداقت پر پڑتا ہے وبس۔ (کرنک آسمانی ص۸)

یہ دعویٰ محض "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" والی بات ہے۔ ورنہ کون اہل علم اس سے ناواقف ہے کہ دلیل اور مدلول میں لزوم ہے اور تخلف المدلول عن الدلیل سراسر غلط ہے (رشیدیہ بحث النقض)۔ بھلا اگر زید کا حیوانِ ناطق ہونا اس کی انسانیت کی دلیل ہے تو بکر کا حیوانِ ناطق ہونا اس کو انسان کیوں ثابت نہیں کرتا؟ ۲۳ سال تک بعد دعویٰ وحیٔ ربانی مہلت پانا اگر دلیلِ صداقت ہے اور ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کے سامنے یہ دلیل پیش کرکے آپ کی صداقت منوا سکتے

ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی دوسرا مدعیٔ وحی بہمہ وجوہ ۲۳ سال مہلت پانے پر صادق قرار نہ پائے ؟

پھر میں کہتا ہوں کہ ہمارے مخالف محض ہماری علاوت سے قرآن مجید کی ایک زبردست دلیل کو ناقص قرار دے رہے ہیں۔ اگر وہ ذرا بھی غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ اگر کسی کاذب نبی کو ۲۳ برس تک مہلت ملنا ممکن ہے۔ اور واقعات کی رُو سے ایسا ہُوا ہے تو منکرین اسلام کے سامنے ولو تقوّل علینا کی دلیل ہرگز پیش نہیں ہو سکتی۔ وہ فوراً کہہ سکتے ہیں کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۳ برس مہلت مل گئی تو فلاں کاذب مدعی کو بھی مل گئی ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

بھائیو! نصِ قرآنی کو باطل نہ کرو اور حضرت احمدؑ کی دشمنی میں قرآن مجید کو مت چھوڑو۔ یاد رکھو کہ دلیل جہاں پائی جائے گی اس کا نتیجہ بھی لازمی طور پر پایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک تمام علماء و متکلمین اس کو عمومی رنگ میں ہی پیش کرتے رہے ہیں۔ صاحبِ تفسیر روح البیان نے تو صاف لکھا ہے :۔

" لعاقبہ اللہ وھو اکرم الناس علیہ فما ظنک بغیرہ "

کہ جب خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں یہ سزا بتائی ہے حالانکہ حضورؐ بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر دوسرا کوئی مفتری کیونکر سزا سے بچ سکتا ہے۔ (جلد ۴ ص۴۶۲) فتدبّر!

قارئین کرام! آپ معاندین کے اسی استدلال پر حیران نہ ہوں۔ باطل پرستی انسان کو صداقت سے بہت دُور لے جاتی ہے۔ دیکھئے لکھا ہے :۔

" اگر فرض بالمحال نبی بالعموم مر ... یا بھی جائے تو پھر ضروری و لابدی ہے کہ پہلے سچا نبی ہو تو پھر جھوٹ بولے تو پھر خدا وند تعالےٰ اس کو ہلاک کر دیتا ہے " (کرٹک مث)

معترض نے اس اعتراض میں مفتری کی جلد ہلاکت کا استدلال تو ولو تقوّل علینا سے تسلیم کر لیا ہے۔ اب صرف اس اُلجھن میں ہے کہ " سچا نبی ہو اور پھر جھوٹ بولے " بندۂ خدا! اگر وہ سچا نبی ہے تو جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور

اگر جھوٹ بولتا ہے تو سچا نبی نہیں ہو سکتا۔ یہ اجتماع ناممکن ہے۔ مگر افسوس کہ حق کی مخالفت میں بار بار کہا جاتا ہے "سچا نبی ہو اور پھر جھوٹ بولے"۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انعامی چیلنج

آیات قرآنی، بائیبل کے حوالہ جات، اور مسلمات اہلسنت کے بعد ضروری ہے کہ ہم بتا دیں کہ از روئے واقعات بھی یہ تیئیس ۲۳ سالہ معیار ناقابل تردید صداقت اور ہر زمانہ میں مضبوط چٹان ثابت ہوا ہے اس کے لئے سب سے پہلے ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ چیلنج درج کرتے ہیں جو حضور نے اپنے مخالفین کے سامنے پانصد روپیہ کی انعامی رقم کے ساتھ پیش فرمایا۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرکے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے تیئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے جو مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے پانسو روپیہ نقد دے دوں گا" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱)

کیا کوئی ہے جس نے ایسی نظیر پیش کی ہو یا اب کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تمام مخالفین کا ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہنا اس حقیقت کو واضح کردیتا ہے کہ ایسی نظیر کی تلاش سعی لاحاصل ہے۔

واقعات گزشتہ اور ۲۳ سالہ معیار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لاجواب چیلنج بجائے خود اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ کبھی بھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کسی مفتری نے افترا پردازی کے بعد ۲۳ سال مہلت پائی ہو لیکن تکمیل بحث کی خاطر ذیل میں چند شہادتیں درج ہیں کہ کبھی کسی کاذب مدعیٔ الہام نے اتنی طویل مہلت نہیں پائی۔ کیونکہ اتنی مہلت پانا دلیل صداقت قرار پاچکا ہے اور وہ شہادتیں یہ ہیں:۔

اوّل۔ علامہ عبدالعزیز لکھتے ہیں :۔

"وقد ادّعیٰ بعض الکذابین النبوّۃ کمسیلمۃ الیمامی والاسود العنسی وسجاح الکاھنۃ فقتل بعضھم وتاب بعضھم و بالجملۃ لم ینتظم امر الکاذب فی النبوّۃ الّا ایّامًا معدودۃ۔" (نبراس مطبوعہ میرٹھ صـ ۴۴۴)

ترجمہ۔ بے شک بعض لوگوں نے نبوّت کے جھوٹے دعوے کئے جیساکہ مسیلمہ، اسود عنسی اور سجاح ہیں لیکن پھر بعض ان میں سے قتل کئے گئے اور بعض نے توبہ کرلی۔ بہرحال کسی جھوٹے مدّعی کی بات چند دن سے زیادہ نہیں رہی۔"

دوم۔ حضرت امام ابن القیم" تحریر فرماتے ہیں :۔

"نحن لا ننکر انّ کثیرًا من الکذابین قام فی الوجود و ظھرت لہ شوکۃ ولٰکن لم یتم لہ امرہ ولم تطل مدّتہ بل سلط علیہ رسلہ و اتباعھم فمحقوا اثرہٗ وقطعوا دابرہٗ و استأصلوا شأفتہٗ ھٰذہٖ سنّتہٗ فی عبادہٖ منذ قامت الدّنیا والیٰ ان یرث الارض و من علیھا۔"

ترجمہ۔ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ بہت سے کذاب اور جھوٹے مدعی پیدا ہوئے اور ان کی ابتداءً شوکت بھی ظاہر ہوئی لیکن وہ اپنے مقصد کو پا نہ سکے اور نہ ہی ان کی مدّت لمبی ہوئی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ان کے اتباع نے بہت جلد ان کی بیخ کنی کرکے ان کو بے نام ونشان کردیا اور ان کی گردن توڑ دی۔ ابتدائے دنیا سے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں میں یہی سنّت رہی اور تا قیامت رہے گی۔"

(زاد المعاد جلد اوّل صـ ۵۰۰)

"لمبی مدّت" کی تشریح اسی جگہ "ثلاثًا و عشرین سنۃً" (۲۳ سال) کے الفاظ میں موجود ہے۔

سوم۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے :۔

"واقعاتِ گزشتہ سے بھی اِس امر کا ثبوت پہنچتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی اُمّت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔ مسیلمہ کذاب اور عبیداللہ عنسی کے واقعات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں کہ کس طرح اِن دونوں نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اقدس فداہ روحی کا جاہ وجلال دیکھ کر دعوے نبوت کے کئے اور کیسے کیسے خدا پر جھوٹ باندھے لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آکر کچلے گئے اور کس ذلت اور رسوائی سے مارے گئے کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ حالانکہ تھوڑے دنوں میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے مگر تابکے؟" (مقدمہ تفسیر ثنائی ص۱۷)

ناظرین کرام! ہر سہ واضح حوالجات آپ کے سامنے ہیں۔ حضرت امام ابن القیم کا شافی بیان، اہلسنت والجماعت کی مستند کتاب نبراس کی کھلی شہادت، اور معاندِ احمدیت مولوی ثناء اللہ صاحب مدیر اہلحدیث کا اقرار ایک طرف ہے اور مصنف "عشرہ کاملہ" منشی محمد یعقوب کا دعویٰ "کئی کاذب مدعیان کا زمانہ ۲۳ سال کی مدّت سے زیادہ ہے" دوسری طرف ہے۔ فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ ہاں یاد رہے کہ ہمارے مخاطب منشی صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ "میں کم علم ہوں۔" (عشرہ ص۵)

ہم کامل تحقیقات کے بعد نہایت وثوق سے اِس اعتقاد پر قائم ہیں کہ کاذب مدعیان کا زمانہ ۲۳ سال کی مدّت سے زیادہ" کا دعویٰ سراسر مغالطہ اور افتراء ہے۔ قرآن مجید اِس خیال کو دھکّے دے رہا ہے۔ عقلِ انسانی اِس کی تردید کر رہی ہے۔ تفاسیر، بائبل کے بیانات اس کے مخالف ہیں اور پھر محققین کی شہادتیں اس کو غلط بتا رہی ہیں۔ منشی صاحب اور ان کے "فخر المحدثین" نے اِس جھوٹے دعوے سے اسلام کی تو کوئی خدمت نہیں کی لیکن اس یقینی دعویٰ پر جو ابتدائے اسلام سے ائمہ کرتے آئے اور اس معیارِ صداقت کے خلاف جسے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا اور تمام متکلمین پیش کرتے رہے اور آج تک کوئی دشمنِ اسلام اس کے خلاف ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکا بلکہ ہمیشہ عجز کا اعتراف کیا گیا "کئی نظیروں" کا دعویٰ کر دیا۔ افسوس

صد افسوس۔ مقامِ حیرت ہے کہ وہ حقیقتِ ثابتہ جس نے بقول امام ابن القیمؒ عیسائی مناظر کو مبہوت کر دیا اور وہ کوئی نظیر اتنی مہلت پانے والے کی پیش نہ کر سکا۔ منشی محمد یعقوب صاحب کی ایک حرکتِ قلم سے باطل ہو گئی۔ العجب ثم العجب۔

ضمیر کی آواز

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ معترض پٹیالوی نے کس شدومد اور زور کے ساتھ اِس بات کا ذکر کیا ہے کہ جھوٹے بھی سرسبز ہوتے رہے' وہ تیئیس سال مہلت پاتے رہے ہیں۔ ہم دلائل سے اصولی طور پر اس کے دعویٰ کی تغلیط کر چکے ہیں۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ درحقیقت مکذب کی فطرت اور ضمیر بھی اس کے خلاف ہے۔ اس نے ضمیر کُشی کر کے محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنے کی خاطر' یہ سب باتیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ اس کے اپنے دو حوالے درج ذیل ہیں۔ لکھتا ہے:۔

(۱) "اللہ کریم کبھی مفتریوں کے ہاتھ میں بھی کوئی روشن دلیل دیا کرتا ہے! ایسے لوگ تو داؤ پیچ۔ ہوشیاری وچالاکی۔ تاویلاتِ رکیکہ و توجیہاتِ باطلہ۔ دھوکے اور دم سازی تصنع اور سخن سازی سے ہی کچھ فائدہ اُٹھا لیا کرتے ہیں اور وہ بھی تھوڑے دن۔ بالآخر حق حق ہو کر رہتا ہے اور باطل باطل۔ انّ الباطل کان زھوقًا" (تحقیق لاثانی ص۶۴)

(۲) "اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں ایسے بہت لوگ گزرے ہیں جنہوں نے جھوٹے دعوے کئے اور جھوٹے الہام سُنائے لیکن سنتِ الٰہی کے مطابق بعض جلد اور بعض کچھ عارضی فروغ کے بعد انجام کار خائب و خاسر اِس جہان سے رخصت ہوتے۔" (عشرہ کاملہ ص۵۲)

معزز قارئین! ہر دو اقتباس آپ کے سامنے ہیں۔ تشریح کی ضرورت نہیں۔ صاف طور پر مذکور ہے کہ۔ مفتریوں کو "تھوڑے دن" ہی مہلت ملتی ہے اور وہ بہرحال "خائب و خاسر" اس جہان سے جاتے ہیں۔ خواہ "جلد" یا زیادہ سے زیادہ "کچھ عارضی فروغ" کے بعد۔

الغرض معترض پٹیالوی کی ضمیر بھی یہی کہتی ہے کہ مفتری کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ جلد تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر اس کو کچھ وقتی فروغ حاصل بھی ہو تو وہ بلبلۂ آب

کی طرح جلد مٹ جاتا ہے اور ہر طور سے خائب و خاسر رہتا ہے۔ مکذّب نے اس طریق کو سنتِ الٰہی سے بھی تعبیر کیا ہے۔ در اصل یہ اس کی ضمیر کی آواز ہے۔ سچ ہے:۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ؀

آیت ولو تقوّل علینا میں مندرجہ شرائط

بعض لوگ ناواقفی کے ماتحت چند لوگوں کے نام پیش کر دیا کرتے ہیں جن سے آیت ولو تقوّل علینا کے استدلال کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ معترض پٹیالوی نے بھی کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کاذب مدعیان کی اصلیت دکھانے سے پیشتر آیت ولو تقوّل علینا کے شرائط بھی ذکر کر دوں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ایسے لوگوں کا ذکر اس موقعہ پر نہایت ہی بے جوڑ ہے۔

اس آیتِ قرآنی کے الفاظ یہ ہیں۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْہُ حٰجِزِیْنَ ؀ (الحاقۃ ع۲) ان الفاظ میں جن شرائط کا ذکر ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

اوّل۔ وہ مدعیٔ الہام اپنے دعویٰ میں **تکلّف** اور **تعمّد** سے کام لے۔ یعنی وہ یہ جانتے ہوئے کہ میں خود افترا کر رہا ہوں ان باتوں کو الہام قرار دے۔ مجنون اور دیوانہ معذور ہے کیونکہ اس کا قول و فعل تعمّد کی بنا پر نہیں ہوتا۔ شریعت اسلامی اور عقل کے رُو سے بھی وہ قابلِ نظر اندازی ہے۔ پھر لفظ تقوّل کا صیغہ بھی باب تفعّل سے ہے جو تکلّف پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے مجنون اس آیت کی زد میں نہیں آئے گا۔ اور اس کا مہلت پانا اس آیت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تفاسیر میں بھی "التقوّل الافتعال من التکلّف" درج ہے۔

دوم۔ وہ مدعی ہستی باری تعالیٰ کا قائل ہو اور اس کے علیحدہ وجود کا اقراری ہو اور اپنی باتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہو۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہی قائل نہیں یا محض اپنی باتوں کو الہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ اس آیت کی زد سے باہر ہوں گے جیسا کہ آیت کا لفظ "علینا" صاف بتا رہا ہے۔

سوم۔ ایسا مدعی لفظی الہام کا قائل ہو اور اپنی باتوں کو خدا کی باتیں قرار دیتا ہو۔ جو لوگ محض خیالات کو الہام کا مترادف سمجھتے ہیں اور دل میں آنے والی ہر بات

کا نام الہام رکھتے ہیں وہ بھی اس آیت کے دائرہ سے باہر ہوں گے۔ کیونکہ آیت میں
بعض الاقاویل کی شرط موجود ہے۔ یعنی وہ اپنی بات اور قول کو اللہ تعالیٰ کی
طرف منسوب کرے اور ان الفاظ کو خدا کے الفاظ قرار دے۔ خیالی الہام تو محض ایک
خود ساختہ اصطلاح ہو گی۔ آیت کے الفاظ لفظی الہام کے دعویدار کے لئے اس
سزا کو مخصوص بتلاتے ہیں۔ برہمو سماجی وغیرہ اس دائرہ سے باہر ہیں۔

چہارم: ایسے مدعی کے لئے از روئے آیت قرآنی چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے اس
دعویٰ کو علی الاعلان پیش کرے اور لوگ اس کی باتوں کے باعث گمراہ ہوتے
ہوں۔ اگر وہ اس دعوے کو چھپاتا ہے یا اس کو تحدّی کے ساتھ پیش نہیں کرتا
یا لوگ اس کے باعث فتنہ میں نہیں پڑتے تو وہ مدعی بھی اس سزا کے نیچے نہ آئیگا۔
یہ شرط فقرہ فما منکم من احد عنہ حاجزین سے مستنبط ہے۔

ان چار شرائط کے ماتحت ہمیں کسی مدعی کی زندگی اور اس کے دعوے پر غور
کرنا چاہیئے۔ ان شرائط کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"کوئی شخص عمداً اپنی طرف سے بعض کلمات تراش کر یا ایک کتاب بنا کر
پھر یہ دعویٰ کرے کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس نے مجھے
الہام کیا ہے۔ اور ان باتوں کے بارے میں میرے پر اس کی وحی نازل ہوئی
ہے۔ حالانکہ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی (انجام آتھم ص۶۳ حاشیہ)

اب اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو۔ مثلاً وہ مدعی مجنون ہو۔ کوئی اس کی وجہ
سے فتنہ میں نہ پڑتا ہو۔ یا وہ اپنے دعویٰ کو علی الاعلان ذکر نہ کرتا ہو۔ یا وہ اپنے وجود کو
علیحدہ سمجھ کر اپنی باتوں کو خدا کی طرف منسوب نہ کرتا ہو بلکہ اپنے خیالات کو ہی الہام کہتا
ہو۔ تو ان تمام صورتوں میں اس کا بچ رہنا یا مہلت پانا ہمارے استدلال یا آیت
قرآنی کی تحدّی کے خلاف نہ ہو گا۔

مکذّب پٹیالوی نے ایک جگہ ضمناً اکبر بادشاہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ نہ اس کی طرف
سے نہ کسی اور کاذب کی طرف سے ایسا دعویٰ پیش کیا جا سکتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے اس کے متعلق جواباً تحریر فرمایا ہے:۔

"اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں (اکبر وغیرہ) نے نبوت کے دعوے کئے اور

تیئس ۲۳ برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے انکا دعویٰ ثابت کرنا چاہیئے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیئے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا۔ یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوّت میں ہے جسکی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کرکے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے۔" (تتمہ اربعین صلا)

اب ہم معترض پٹیالوی کے پیش کردہ ناموں کے متعلق تفصیلاً بحث کرتے ہیں۔

ابو منصور

معترض پٹیالوی نے اپنے بلند بانگ دعویٰ کی تائید میں سب سے پہلے ابو منصور بانیٔ فرقہ منصوریہ کا ذکر کیا ہے اور منہاج السنۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس نے جنت و دوزخ کا انکار کر دیا تھا اور صوم و صلوٰۃ وغیرہ کا بھی منکر تھا۔ پھر لکھا ہے :-

"ایک مستقل فرقہ کی اس نے بنیاد رکھی تھی ستائیس ۲۷ برس تک نبوّت کا دعویٰ اور سلطنت کرکے ۳۶۰ھ ہجری میں مارا گیا۔" (عشرہ صلا)

یہ درست ہے کہ ابو منصور مذکور نے نماز و روزہ وغیرہ سے انحراف کیا تھا اور لوگوں کو حکومت کے خلاف بھی برانگیختہ کرتا رہا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں اس کا ذکر شیعہ فرقوں کے ذیل میں کیا ہے اور اس کی اباطیل کو تفصیلاً بتایا ہے لیکن کسی ایک جگہ بھی اس کے دعویٔ نبوّت کا اور ۲۷ برس تک مہلت پانے کا ذکر نہیں ہے۔ ع

کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

مکذّب نے اس مدعی کا ذکر منہاج السنۃ کے حوالہ سے ہی کیا ہے۔ پس اس کا فرض ہے کہ وہ اس کے دعویٔ نبوّت کا ثبوت دے لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

منہاج السنۃ اور دیگر کتب تاریخ سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ وہ ایک ملحد انسان تھا اور رافضی خیالات کی ترویج چاہتا تھا۔ پھر قدرے الوہیت کا دعویدار بن گیا تھا۔ چنانچہ الاستاذ ابو منصور البغدادی اپنی شہرہ آفاق کتاب "اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْفِرَقِ" میں

ابومنصور العجلی مدعی مذکور کے متعلق لکھتے ہیں :-

" وادعیٰ ھذا العجلی انہ خلیفۃ الباقر ثم الحد فی دعواہ فزعم انہ عرج بہ الی السماء وان اللہ تعالیٰ مسح بیدہٖ علیٰ رأسہ وقال لہٗ یا بُنَیَّ بلّغ عنّی ثمّ انزلہٗ الی الارض وزعم انّہ الکسف الساقط من السّماء المذکور فی قولہٖ (وان یروا کسفًا من السّماء ساقطًا یقولوا سحاب مرکوم) وکفرت ھٰذہ الطائفۃ بالقیامۃ والجنّۃ والنّار وتاوّلوا الجنّۃ علیٰ نعیم الدنیا والنّار علیٰ محن النّاس فی الدنیا واستحلوا مع ھٰذہ الضلالۃ خنق مخالفیھم واستمرت فتنتھم علیٰ عاداتھم الیٰ ان وقف یوسف بن عمر الثقفی والی العراق فی زمانہٖ علیٰ عورات المنصوریۃ فاخذ ابا منصور العجلی وصلبہٗ " (ص۲۳۴)

ترجمہ :- " ابومنصور مذکور نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ امام باقرؒ کا خلیفہ ہے۔ بعدازاں اپنے دعویٰ میں الحاد سے کام لیا اور کہا کہ اس کو آسمان پر اُٹھایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا کہ اے میرے بیٹے میری طرف سے تبلیغ کر۔ پھر اس کو زمین پر اُتارا۔ اس کا خیال تھا کہ آیت وان یروا میں جس " الکسف الساقط " کا ذکر ہے وہ مَیں ہوں منصوریہ فرقہ نے قیامت، جنّت اور دوزخ کا انکار کر دیا ہے۔ اور جنّت سے مراد تاویلاً دنیا کی نعمتیں اور دوزخ سے مراد دُنیا کی مصیبتیں لی ہیں۔ اس قدر ضلالت کے باوجود یہ لوگ اپنے مخالفوں کو گردن زدنی سمجھتے ہیں۔ ان کا فتنہ جاری رہا تاوقتیکہ یوسف بن عمر ثقفی کو آگاہی ہوئی اور اس نے ان کے معائب کو دریافت کیا اور ابومنصور عجلی کو پکڑ کر صلیب پر مار دیا۔"

اس اقتباس سے مَیں دو باتوں کی طرف آپ کی توجہ خاص طور پر مبذول کرانا چاہتا ہوں :-

اوّل ۔ ابومنصور کا دعویٰ ہرگز نبوت کا نہیں تھا۔ وحی و الہام کا نہیں تھا۔ اس کا کوئی الہام پیش نہیں کیا گیا۔ ہاں اس نے الحاد اور بے دینی اختیار کی اور شیعوں کے ایک حصّہ

کو امام باقرؒ کی خلافت کے دعویٰ کے باعث ہمنوا بنا لیا۔

دوم: یہ شخص مارا گیا۔ صلیب دیا گیا اور وہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔ کیا اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر پیش کرنا کھلی مغالطہ دہی نہیں؟

محمد بن تومرت

دوسرے نمبر پر معترض پٹیالوی نے محمد بن تومرت کا ذکر کیا ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے:۔

"پانچویں صدی کے شروع میں محمد بن تومرت ساکن جبل سوس نے دعویٰ کیا کہ میں سادات حسینی ہوں اور مہدی موعود ہوں۔ اس کے حالات میں مذکور ہے کہ اس نے امام غزالیؒ[1] وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کے بعد رمل و نجوم میں بھی مہارت بہم پہنچائی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔۔۔ لاکھوں آدمی اس کے شاگرد و مرید بن گئے۔" (عشرہ ص۱۹)

ناظرین کرام! ہم معترض کے اِس دعویٰ کو اگر بلا کم و کاست بھی مان لیں تب بھی اس سے آیت ولو تقوّل علینا کے تیئس سالہ معیار پر کوئی زد نہیں پڑ سکتی۔ کیونکہ معترض پٹیالوی کے نزدیک بھی اس کا دعویٰ وحی و الہام ثابت نہیں۔ بلا دعویٰ وحی مہدی موعود وغیرہ کا اِدّعا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ پھر اس کو رمل و نجوم میں ماہر مان کر تو بات اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ جو شخص ایک بات بطور نجوم کہتا ہے خدا تعالیٰ کے نام پر اس کے الفاظ کو پیش نہیں کرتا اس کو لو تقوّل کے بالمقابل پیش کرنا سراسر غلطی ہے۔

محمد بن تومرت اور اس کے خلیفہ عبد المومن کا ذکر تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ ص۲۱۶ وغیرہ پر مذکور ہے۔ ابن تومرت کو ۵۱۴ھ میں شاہِ مراکش کے حکم سے دار السلطنت سے نکال دیا گیا۔ اس پر وہ جبل سوس میں جاگزیں ہوا اور لوگوں کو دعوت دی کہ حکومت کے خلاف جنگ کریں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"تسامع به اهل تلك النواحى فوفدوا عليه وحضر اعيانهم بين يديه وجعل يعظهم ويذكرهم بايام الله ويذكر لهم شرائع الاسلام وما غيّر منها وما حدث من الظلم والفساد وانه

---

[1] تاریخ کامل میں اس کے امام غزالیؒ سے ملنے کا انکار کیا گیا ہے۔ جلد ۱۰ ص۲۱۶۔ المؤلف

لا يجب طاعة دولة من هذه الدول لا تباعهم الباطل بل الواجب قتالهم ومنعهم عمّا هم فيه فاقام على ذالك نحو سنة و تابعه هرغة قبيلته وسمّى اتباعه الموحدين واعلمهم انّ النبيّ صلى الله عليه وسلم بشّر بالمهدي يملأ الارض عدلًا وانّ مكانه الّذي يخرج منه المغرب الاقصى فقام اليه عشرة رجال احدهم عبد المؤمن فقالوا لا يوجد هذا الا فيك فانت المهدي فبايعوه على ذالك " (کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۷)

ترجمہ۔ "اس علاقہ کے لوگوں میں اس کا چرچا ہوا وہ ابن تومرت کے پاس آئے اور ان کے منتخب نمائندے اس کے سامنے حاضر ہوئے۔ اس نے ان کو وعظ کیا اور ایام اللہ یاد دلائے۔ اسلام کی شریعت اور اس میں لوگوں کے تغیر و تبدّل کا ذکر کیا۔ ظلم و فساد پیدا شدہ کا حال بتایا اور کہا کہ موجودہ حکومتوں میں سے کسی کی بھی اطاعت واجب نہیں کیونکہ وہ باطل کی پیروی کر رہی ہیں۔ بلکہ ان سے جنگ کرنا واجب ہے اور ان کی خرابیوں کو دور کرنا فرض۔ وہ ایک سال اسی طرح ایجی ٹیشن پھیلاتا رہا۔ اس کا قبیلہ ہرغہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس نے اپنے تابعین کو موحدین کے لقب سے ملقب کیا اور پھر ان کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ ایک مہدی پیدا ہو کر زمین کو عدل سے بھر دیگا۔ اور اس کا جائے ظہور المغرب ہے۔ اس پر اس کے متبعین میں سے دس جن میں عبدالمومن بھی تھا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بات تو صرف آپ میں ہی پائی جاتی ہے۔ پس آپ مہدی ہیں۔ لہذا انہوں نے اس کی بیعت کر لی۔ انتہیٰ "

اس تاریخی اقتباس سے مندرجہ ذیل امور بوضاحت ثابت ہیں:۔ (۱) ابن تومرت حکومت سے ناراض تھا اور اس کا مقصد حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنا تھا۔ (۲) اس نے اپنے وطن کے لوگوں کو حکومت کے خلاف بھڑکایا اور لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ جیسا کہ اوائل میں گاندھی جی کی آواز پر اکثر ہندوستانی اکٹھے ہو گئے۔ (۳) اس نے ان مذہبی لوگوں کو مذہبی طور پر برانگیختہ کیا اور عام لوگوں کے متاثر ہونے کی بڑی وجہ یہی تھی۔

(۴) اس نے لوگوں کو قیام عدل کے لئے مہدیٔ موعود کے ظہور کا وعدۂ نبوی بتایا (۵) اُن لوگوں نے اس کو مہدی قرار دیکر اس کی بیعت کر لی۔

قارئین کرام! آپ غور فرماویں کہ ایک شخص محض چند لوگوں کے کہنے سے انکی بیعت لے لیتا ہے اور ان کو حکومت کے خلاف برسرِپیکار کر دیتا ہے۔ نہ اس نے خود دعویٰ کیا اور نہ اُسے وحی والہام پانے کا اِدّعا ہے کیا اس سے لو تقوّل علینا کا معیار باطل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ع ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

عبدالمومن ۳ — تیسرے نمبر پر معترض پٹیالوی نے عبدالمومن کا ذکر کیا ہے۔ جو ابن تومرت کا ساتھی اور پھر اس کا جانشین بنا تھا۔ اور لکھا ہے :۔

"۳۳ سال تک مہدی کا خلیفہ اور امیرالمومنین کہلا کر اور بڑی شان و شوکت سے بادشاہت کر کے ۵۵۸ھ میں مرگیا"

الجواب۔ ابن تومرت کو عبدالمومن نے مہدی قرار دیا اور عبدالمومن کو ابن تومرت اپنا جانشین بنا گیا۔ گویا ع من ترا حاجی بگویم تو مرا ملّا بگو والا معاملہ ہے۔ اس کو آیت ولو تقوّل علینا کے مقابلہ پر پیش کرنا قرآن مجید کے ساتھ تمسخر کرنا ہے محض خلیفہ یا جانشین کہلانا اس وقت زیرِ بحث نہیں جب تک کہ دعویٔ الہام ووحی مع جملہ شرائط آیت مذکورہ پیش نہ کرو۔ لہٰذا عبدالمومن کا ذکر بھی اس ذیل میں بے تعلق ہے۔

طریف وصالح بن طریف — چوتھے نمبر پر معترض پٹیالوی نے ان دونوں باپ بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن طریف کے متعلق محض فقرہ "نبوت کا دعویٰ کر کے نیا مذہب اپنی قوم میں رائج کیا" لکھا ہے (عشرہ صفحہ ۲۲) اس کی مدت مہلت کو عمداً ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ جیسا کہ تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے۔ وہ بہت ہی جلد ہلاک ہو گیا۔ ہاں صالح بن طریف کے متعلق تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ اُس نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنے آپکو مہدیٔ اکبر قرار دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

الجواب۔ یاد رہے کہ اس مدعی کا ذکر ابن خلدون جلد ۶ صفحہ ۲۰۷ سے شروع ہوتا ہے۔ اس جگہ لکھا ہے :۔

"انّہٗ انّما انتحل ذالک عناداً ومحاکاۃً لما بلغہٗ شأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ . . . ثمّ زعم انہ المھدی الاکبر الذی

یخرج فی اٰخر الزمان وانّ عیسٰی یکون صاحبه ویصلّی خلفه"۔

(صفحہ ۲۰۷) کہ اس نے یہ دعویٰ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بلند کو دیکھ کر عناداً کیا تھا اور پھر اس نے خیال کیا کہ میں مہدی اکبر ہوں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا عیسیٰ اس کے ساتھ ہوگا اور اسکے پیچھے نماز پڑھے گا"

ابنِ خلدون کے اس بیان پر کہ صالح نے دعویٰ نبوت کیا دو باتیں خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔ اوّل یہ بیان ابن خلدون نے محض ایک شخص کی روایت سے نقل کیا ہے اور دنیا کا کوئی عقلمند ایسے اہم معاملہ کے لئے خبرِ واحد کو مستند نہیں مان سکتا۔ بالخصوص جبکہ اس راوی کا بیان بھی کئی سو سال کے بعد ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہو۔ دوم ابن خلدون نے مدعی مذکور کے الہام یا اس کا دعویٰ اس کے الفاظ میں نقل نہیں کیا بلکہ محض لوگوں کی روایت ایک شخص کے ذریعہ سے درج کی ہے اور خود بھی اس کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اگر ہم ابن خلدون کی روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیں اور صالح کو مدعی نبوت بھی مان لیں تب بھی اس سے ہمارے استدلال پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیونکہ صالح مذکور نے اپنے دعویٰ کو علی الاعلان پیش نہیں کیا بلکہ اس کو مخفی رکھتا رہا۔ چنانچہ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

"واوصٰی (صالح بن طریف) بدینه الی ابنه الیاس وعهد الیه بموالاة صاحب الاندلس من بنی امیّة وباظهار دینه اذا قوی امرهم وقام بامره بعده ابنه الیاس ولم یزل مظهراً للاسلام مسرّاً لما اوصاه به ابوه من کلمة کفرهم" (ابن خلدون جلد ۶ صفحہ ۲۰۷)

صالح بن طریف نے اپنے دین کی اپنے بیٹے کو وصیت کی اور کہا کہ اندلس کے حاکم سے دوستی رکھنا اور جب تمہاری حکومت مضبوط ہو جائے تو اس دین کو ظاہر کرنا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا بیٹا الیاس والی ہوا۔ اور وہ ہمیشہ اسلام کو ظاہر کرتا رہا اور اپنے باپ کے وصیت کردہ مذہب کو چھپاتا رہا"

گویا صالح بن طریف نے اس دعویٰ کو عام پبلک میں بیان نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اخفاء سے کام لیتا رہا اور اسی اخفاء کی حالت میں مرگیا اور پھر اس کے بیٹے نے بھی اس کا اظہار

نہیں کیا بلکہ وہ مذہب اسلام کا ہی اظہار کرتے رہے اور یہ ایسے مدعیوں کی عام حالت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے :۔

"وکذالک المنتظر محمد بن الحسن فان عددا کثیراً من الناس یدعی کل واحد منھم انہ محمد بن الحسن منھم من یظھر ذالک لطائفۃٍ من الناس ومنھم من یکتم ذالک ولا یظھرہ الا للواحد والاثنین۔" (منہاج السنۃ جلد ۲ ص۱۳۲)

کہ چونکہ محمد بن الحسن کے مہدی ہونے کا خیال عوام میں پایا جاتا ہے اسلئے بہت سے لوگ اس امر کے مدعی ہوئے ہیں۔ جن میں سے بعض نے اس دعوے کو ایک جماعت کے سامنے پیش کیا اور بعض نے اس دعوے کو بالکل چھپایا اور سوائے ایک دو آدمیوں کے کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کیا۔"

پس صالح بن طریف کو بطور نظیر پیش کرنا غلطی ہے اور منشی صاحب نے یہ لکھ کر کہ مدعیٔ مذکور "۴۷ سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت کرتا رہا" ایک صریح غلط بیانی کا ارتکاب کیا ہے۔ کیا وہ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

عبید اللہ مہدی

مصنف مذکور لکھتا ہے :۔

"۲۹۶ھ میں مہدویت کا مدعی ہوا۔ اگلے سال افریقہ میں جا کر وہاں کا فرمانروا ہو گیا اور مہدویت کا زور شور سے اعلان کیا۔ ۶۲ سال کی عمر پائی۔" (ص۲۳)

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں جب تک کوئی مدعیٔ وحی و الہام نہ ہو وہ ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل کے ماتحت نہیں آسکتا۔ صرف مہدویت یا خلافت کے مدعی ہو جانے سے ہمیں کیا تعلق۔ ہاں اگر کوئی ایسا مدعی ہے جس نے خدا سے الہام پانے کی بناء پر کھلم کھلا دعویٰ کیا تو البتہ کچھ بات ہے۔ مگر ایسا ہونا محال ہے۔

عبید اللہ مذکور کے متعلق لکھا ہے :۔

"وانما تسمی المھدی عبید اللہ استتاراً ھذا عند من یصحح نسبہٗ۔" (وفیات الاعیان جلد ۱ ص۲۷۲)

کہ ان لوگوں کے خیال میں بھی جو اُس کے نسب کو درست جانتے ہیں عبیداللہ
نے اپنا نام مہدی چھپ کر رکھا تھا۔"

پھر علامہ ابن خلکان اسی جگہ ایک اور روایت لائے ہیں جس میں مذکور ہے کہ عبیداللہ
مہدی کو دوسرے یا تیسرے سال میں سلجماسہ کے حاکم الیسع نے قید خانہ میں قتل کر دیا تھا اور
پھر جھوٹ موٹ ایک شیعہ نے دوسرے آدمی کو عبیداللہ قرار دے دیا۔

اور پھر "عیون التواریخ" کے حوالے سے "وجیہ فارسی" نے اپنی کتاب "الدعاۃ"
میں لکھا ہے کہ عبیداللہ مہدی کے دعوے میں عجیب اختلاط تھا۔ چنانچہ اُس کے
واعظوں کا یہ طریق تھا کہ :-

"یقولون للبعض هو المهدی بن الرسول وحجة الله ویقولون
للآخرین هو الله الخالق الرزاق" (الدعاۃ مثلا)

بعض لوگوں کو بتاتے کہ وہ مہدی اور حجۃ اللہ ہے اور دوسروں سے
کہتے کہ وہ تو اللہ خالق رازق ہے۔"

ان حالات میں نہ معلوم عبیداللہ کے ذکر سے منشی صاحب کی کیا غرض ہے؟ کیا نصوص
قرآنیہ کو (نعوذ باللہ) غلط قرار دینے کے لئے اُن کے نزدیک ایسی کمزور، بے ثبوت،
اور مشتبہ روایات ہی سند لی جاتی ہے فماذا بعد الحق الا الضلال۔

مغیرہ بن سعید عجلی

اس مدعی کے متعلق منشی صاحب نے لکھا ہے :-

"اس کو اسم اعظم جاننے کا دعویٰ تھا اور مُردوں کو زندہ کرنے کا بھی مدعی
تھا۔ کئی قسم کے شعبدات و طلسمات دکھا کر لوگوں کو معتقد بنا لیا تھا الخ"

اس کے سارے ذکر میں خود معترض پٹیالوی نے بھی دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے خدا تعالیٰ
سے وحی پانے کا دعویٰ کیا تھا۔ تا اس کے وجود سے لو تقوّل علینا پر کوئی زد پڑ سکے
لہذا اس جگہ اُس کے متعلق صرف اتنا لکھنا ہی کافی ہے کہ ہماری بحث مدعیٔ وحی و نبوت
کے بارہ میں ہے اور یہ شخص مدعیٔ وحی نہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ ایک شعبدہ باز تھا۔

بنان بن سمعان

اس کے متعلق منشی صاحب لکھتے ہیں :-

"منہاج السنۃ میں لکھا ہے کہ یہ نبوت کا مدعی تھا اور کہتا تھا کہ مجھے اسم اعظم معلوم ہے۔" (ص۲ حشرہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے :۔

"بنان بن سمعان التیمی الّذی تنسب الیہ البیانیۃ من غالیۃ الشیعۃ انہٗ کان یقول ان اللہ علیٰ صورۃ الانسان و انّہٗ یھلک کلّہٗ الّا وجھہ وادعی بنان انّہٗ یدعو الزھرۃ فتجیبہ وانہ یفعل ذالک بالاسم الاعظم فقتلہ خالد بن عبداللہ القسری"

کہ اس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی شکل پر ہے اور سوائے چہرے کے وہ سارا ہلاک ہو جائے گا۔ اور اس کا دعویٰ تھا کہ وہ زہرہ کو بلاتا ہے تو وہ جواب دیتی ہے۔ اس کو خالد بن عبد اللہ نے قتل کر دیا تھا"

گویا اس کی طرف نہ دعویٰ وحی منسوب ہے، نہ دعویٰ الہام اور نہ دعویٰ نبوت۔ ہاں وہی "مریداں مے پرانند" والی بات ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے :۔

"حکی عنھم ان کثیراً منھم یثبت نبوۃ بنان بن سمعان"

(منہاج السنۃ جلد اصفحہ ۲۳)

کہ اس کے مریدوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے کثیر حصہ بنان مذکور کی نبوت کا اقرار کرتا ہے۔ گویا اوّل تو اس مدعی کا اپنا دعویٰ نہیں، دوسرے وہ تو فوراً قتل کر دیا گیا۔ لہٰذا اس کا ذکر بھی اس جگہ ناموزوں ہے۔

مقنع

اس مدعی کے متعلق تو منشی صاحب کو خود اعتراف ہے کہ :۔

"اس نے چند مافوق العادت کرشمے دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف مائل و متوجہ کیا اور پھر الوہیت کا مدعی ہوا۔ جب لوگ اس سے مانوس ہو گئے تو کل فرائض ترک کر دینے کا حکم دیدیا۔" (ص۲۶)

لیکن نہ معلوم کہ پھر اس "مدعی الوہیت" کو "مدعیان نبوت" کی فہرست میں کیوں پیش کیا ہے ـــــ تاریخ کامل ابن الاثیر میں صاف لکھا ہے :۔

"وادعی الالوھیۃ ولم یظھر ذالک الی جمیع اصحابہ۔"

کہ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور وہ بھی اپنے تمام ساتھیوں پر ظاہر نہ کیا۔"
اس کا یہ دعویٰ ۱۵۹ھ ہجری میں ہوا۔ (کامل جلد ۶ صفحہ ۱۴) اور ۱۶۳ھ میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ اور اس کا سر کاٹا گیا۔ (تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۱۹) گویا کُل ۴ سال مہلت پائی۔
اس قلیل عرصہ اور اس نامرادی کی موت پر بھی اگر کوئی شخص اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے تو اس کی عقل و دانش پر ماتم کرنا چاہیئے۔

ابوالخطاب اسدی

مصنف عشرہ کاملہ اس مدعی کے متعلق بحوالہ ملل و نحل لکھتا ہے :-

"اس نے اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے منتسبین میں مشہور کر کے لوگوں کا اعتقاد امام کے ساتھ خوب مستحکم کیا اور ان کے دلوں میں یہ بات جمائی کہ امام الزمان پہلے انبیاء ہوتے ہیں پھر الٰہ ہو جاتے ہیں۔" (صفحہ ۲)
اگر یہ بیان درست بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس کا اصل بحث سے کوئی علاقہ نہیں یہ تو ایک غالی اور مدعیٔ الوہیت کا ذکر ہے وبس۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کے ساتھیوں کے متعلق لکھا ہے :-

"وعبدوا ابا الخطاب وزعموا انه اِلٰهٌ وخرج ابو الخطاب علی ابی جعفر المنصور فقتله عیسیٰ بن موسیٰ فی سبخة الکوفة۔"
(منہاج السنۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

کہ وہ لوگ ابوالخطاب کی پرستش کرتے ہیں اور اس کو خدا قرار دیتے ہیں۔ ابوالخطاب نے ابوجعفر منصور کے خلاف چڑھائی کی اور اس کو فوراً ہی عیسیٰ بن موسیٰ نے قتل کر دیا۔"
پھر کتاب الفصل فی الملل والنحل میں بھی لکھا ہے :-

"وقالت طائفة منهم بالٰهية ابی الخطاب محمد بن ابی زینب مولیٰ بنی اسد (جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

کہ شیعوں کے ایک گروہ نے ابوالخطاب کو اللہ قرار دیا ہے۔"
پس لو تقول علینا کی بحث میں ابوالخطاب کو پیش کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

احمد کیال اس کے متعلق منشی محمد یعقوب صاحب نے لکھا ہے :-

" پہلے یہ محبتِ اہلبیتؑ کا مدعی تھا۔ بعد ازاں امام الزمان ہونے کا دعویدار ہوا۔ اس سے ترقی کی تو کہا میں القائم ہوں " (صٓ۲۸)

اس بیان کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے کیا ثابت ہوا۔ کیا ۲۳ سالہ معیار باطل ہو گیا ؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مدعی مذکور کا تو دعویٰ وحی و نبوت موجود نہیں۔ باقی رہا کامیابی کا سوال اس کے متعلق "الملل والنحل" میں لکھا ہے:-

" لما وقفوا علیٰ بدعتہ تبرؤا منہ ولعنوہ وامروا شیعتھم بمنابذتہ وترک مخالطتہ"۔ (جلد ۲ صٓ۱ برحاشیہ الفصل فی الملل)

کہ جب اس کی جماعت نے اس کی بدعت کو دیکھا تو وہ سب اس سے بیزار ہو گئے۔ اس پر لعنت کی اور دوسروں کو اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیدیا"

ان حالات میں نہ معلوم کہ منشی صاحب موصوف نے اس قدر زحمت کیوں اٹھائی کہ اتنے نام پیش کریں حالانکہ اصل مبحث سے اس کا بھی تعلق نہیں۔

ایک اہم سوال کا جواب ناظرین کرام! ہم سطور فوق میں بتا چکے ہیں کہ جن دس کاذبوں کو بطور نظیر پیش کیا گیا ہے اور جنکے متعلق منشی صاحب کو بہت دعویٰ تھا ان میں سے ایک بھی ایسا وجود نہیں جو دلو تقوّل کی باطل شکن تحدّی کے سامنے ٹھہر سکے۔ حسن بن صباح اور اکبر بادشاہ وغیرہ کو خود منشی صاحب نے تفصیلی بیان میں چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ وحی و نبوت ہرگز ثابت نہیں۔ جن کو پیش کیا ہے اُن میں سے ابو منصور، مقنع اور ابو الخطاب کا دعویٰ الوہیت ثابت ہے اور باقیوں میں سے کسی ایک کا بھی اپنا دعویٰ ماموریت یا نبوت و رسالت موجود نہیں جسے اُس نے کھلم کھلا اور برملا پیش کیا ہو۔

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کے حل کرنے کی اسلئے بھی ضرورت ہے کہ بعض نادان اس مطالبۂ نظیر پر فرعون کا نام پیش کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ "کرنک آسمانی" وغیرہ کتب میں کیا گیا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یہ درست ہے کہ مفتری علی اللہ اور متقوّل کو تیئیس برس مہلت نہیں مل سکتی تو مدعیانِ الوہیت فرعون مصر اور بہاء اللہ ایرانی (جس کا قول ہے لا الٰہ الّا انا المسجون الفرید کہ بجز مجھ اکیلے قیدی کے اور کوئی

خدا نہیں۔ مبین مش ۲۸) وغیرہ کو کیوں لمبی مہلت ملی ہے ؟

اس کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کا قانون ہر دو قسم کے کاذبوں کے لئے الگ الگ ہے لہذا قابلِ اعتراض بات نہیں۔ دعویٰ ماموریت و نبوت میں افتراء کرنے والے کے لئے ولو تقوّل کی وعید مقرر فرمائی اور مدعی الوہیت کے متعلق فرمایا:۔

وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (انبیاء ع)

کہ جو شخص خدائی کا دعویدار ہو اس کی سزا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کی یہی سزا ہے۔

گویا خدا تعالیٰ نے ہر دو دعووں کے مدعیوں کی سزا میں فرق رکھا ہے۔ پس ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا غلطی ہے اور ولو تقوّل کے مطالبہ پر فرعون یا بہاء اللہ کا ذکر کرنا سراسر نادانی ہے۔

اس فرق کی بناء ظاہر ہے کہ الوہیت اور خدائی کا ادعاء بہمہ حوائج بشریہ اہلِ عقل کے لئے موجب فتنہ و گمراہی نہیں ہو سکتا (إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ) لہذا اس کی سزا جہنم قرار دی۔ لیکن انبیاء ابتداء سے ہی انسانوں میں سے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ لہذا اگر کوئی مابہ الامتیاز قائم نہ کیا جاتا تو دنیا کے لئے ضلالت سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے مدعیٔ نبوتِ کاذبہ کے لئے اسی دنیا میں قطع وتین اور ناکامی کی سزا مقرر فرمائی۔

علامہ ابو محمد ظاہری نے اپنی مشہور کتاب "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" میں اس فرق کو تسلیم فرماتے ہوئے لکھا ہے :۔

"وقال بعض اصحاب الكلام ان الدجال انما يدعی الربوبية ومدعی الربوبية فی نفس قوله بيان كذبه قالوا فظهور الآية عليه ليس موجباً لضلال من له عقل واما مدعی النبوة فلا سبيل الى ظهور الآيات عليه لانه كان يكون ضلالاً لكل ذی عقل" (جلد ۱ ص ۱۰۹)

ترجمہ۔ بعض اصحاب کلام نے کہا ہے کہ دجال ربوبیت کا مدعی ہوگا۔ اور مدعی ربوبیت کا نفس دعویٰ ہی اس کے کذب کی دلیل ہے سو اس سے کسی

خرق عادت کا ظہور کسی عقلمند کو گمراہ نہیں کر سکتا لیکن کاذب مدعی نبوت پر ظہور آیات نہیں ہو سکتا۔ ورنہ وہ ہر صاحب عقل کو گمراہ کرنے کا موجب ہو گا۔[1]"

پس دعویٰ نبوت اور دعویٰ الوہیت کی سزا میں فرق ہونا چاہیئے تھا اور ہے۔ لہٰذا فرعون یا کسی اور ایسی قسم مدعی ربوبیت کا تذکرہ بے محل ہے اور ان کی مہلت کو ولو تقوّل علینا کے بالمقابل پیش کرنا غلطی۔

۲۳ سالہ معیارِ صداقت اور بعض نبیوں کا زمانہ

مندرجہ بالا بیانات سے صاف ثابت ہو گیا کہ آیت ولو تقوّل علینا کا مطلب تفاسیر، لغت، عقائدِ اہلسنت اور واقعات کی تائید سے یہی ہے کہ مفتری کو تیئس (۲۳) سال کی مہلت نہیں مل سکتی اور یہ آج تک کسی کاذب مدعی الہام کو نہیں ملی۔ اور نہ تا قیامت مل سکے گی۔ آسمان وزمین کا ٹل جانا ممکن مگر خدا کا یہ نوشتہ نہیں ٹل سکتا۔ اور نہ یہ قانون باطل ہو سکتا ہے۔

معترض پٹیالوی نے اس معیار کی تردید میں دوسرا اعتراض بایں الفاظ ذکر کیا ہے کہ:-

"ایسے ہی کئی صادق نبیوں کا زمانہ نبوت ۲۳ سال سے بہت کم ہے مثلاً حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام۔" (عشرہ ص۲ حاشیہ)

الجواب ایک دعویٰ اور مطلوب کو ثابت کرنے کے لئے متعدد دلائل ہوا کرتے ہیں۔ حضرت ذکریا و یحییٰ علیہما السلام کی صداقت پر کئی دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ اگر ۲۳ سالہ معیار پر وہ پورے نہ اتریں تو اس میں کیا ہرج ہے۔ باقی دلائل اثباتِ دعویٰ کے لئے کافی ہیں۔ یاد رہے کہ صداقت کے کل دلائل بحیثیتِ مجموعی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات میں جمع ہیں۔ باقی انبیاء اس خصوص میں آپ کے شریک نہیں۔ اسی لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے:-

"ما من دلیلٍ یدلّ علیٰ نبوّۃ غیر محمّد صلی اللّٰہ علیہ وسلّم وخلافۃ غیرھما (الشیخین) الا والدلیل علیٰ نبوۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم

---

[1] مدعی الوہیت اور مدعی نبوت میں یہی فرق نیز اس بحث خوارق میں بھی مذکور ہے۔ (مؤلف)

وخلافتهما اقوی منه" (منہاج السنۃ جلد ا صفحہ ۲۲)

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بعد ظہور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ انبیاء کی صداقت کا انحصار محض آنحضرت کی تصدیق پر ہے۔ مرور زمانہ سے ان کے متبعین کی حالت بگڑ گئی اور انہوں نے اپنے پیشواؤں کو بھی نہایت مکروہ صورت میں پیش کر رکھا ہے۔ یہ محض اس النبی الامّی کا احسان ہے کہ اس نے کروڑوں انسانوں سے ان نبیوں کی نبوت کو تسلیم کرا دیا ورنہ بالذات ان کی نبوت کے لئے ان کے پیروؤں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے چہ جائیکہ سب دلائل مجتمع ہوں۔ امام ابن تیمیہؒ نے کیا خوب فرمایا ہے :-

"ان النصرانی اذا اراد اثبات نبوة المسیح دون محمدؐ لم تساعدہ الادلة"
کہ اگر عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابطال کے بغیر مسیحؑ کی نبوت ثابت کرنا چاہے
تو وہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا۔" (منہاج السنۃ جلد ا صفحہ ۱۶۲)

خلاصہ جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر نبی کی صداقت ہر معیار سے ثابت کی جاوے۔ لہٰذا حضرت یحییٰؑ اور حضرت زکریاؑ کی راستبازی کے لئے ۲۳ سالہ معیار کا ان پر پورا آنا ضروری نہیں۔

الجواب ۲:- معترض نے اس جگہ ہمارے استدلال کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ہمارا استدلال یوں ہے کہ آیت قرآنی کی رو سے ثابت ہے کہ جس مدعی الہام کو تیئیس ۲۳ برس مہلت مل جاوے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی طور پر سچا ہوگا (صغریٰ) اور حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد دعویٰ وحی والہام تیئیس سال مہلت ضرور پائی ہے (کبریٰ) پس حضرت مرزا صاحب کاذب نہیں بلکہ یقینی طور پر صادق ہیں (نتیجہ) ظاہر ہے کہ جو شخص اس استدلال کو سمجھتا ہے وہ یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ حضرت یحییٰؑ کو ۲۳ سال مہلت نہیں ملی۔ نہ ملے ہمارا یہ تو دعویٰ نہیں کہ ہر نبی کو ۲۳ سال مہلت ملی ہے بلکہ ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ جس کو اس قدر مہلت ملے وہ ضرور سچا ہے جھوٹے کو اتنی مہلت نہیں مل سکتی۔ گویا اس جگہ نسبت عموم خصوص مطلق ہے۔ یعنی جو مدعیٔ الہام تیئیس سال مہلت پاتا ہے وہ تو یقیناً سچا ہے لیکن ہر سچے نبی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تیئیس سال مہلت ضرور پائے۔ مثلاً امتحان کا پرچہ ہے سو نمبر مقرر ہیں جو طالب علم نوے نمبر حاصل کرے گا وہ فیل نہیں ہو سکتا یقیناً پاس ہوگا لیکن ہر پاس ہونے والے متعلم کے لئے ضروری نہ ہوگا کہ نوے نمبر ہی حاصل کرے بلکہ ۸۰۔۷۰۔۔۔۶۰ نمبر والے

والے بھی پاس ہونگے۔ بعینہٖ اسی طرح ۲۳ سال مہلت عدم کذب کے اظہار کے لیئے انتہائی پیمانہ اور بلند ترین معیار ہے۔ پس حضرت یحیٰ یا کسی اور نبی کا کم عمر پانا در آنحالیکہ ان کی سچائی پر اور دلائل قائم ہیں ان کی نبوت میں بارج نہیں اور نہ اس سے ۲۳ سالہ معیار پر زد پڑ سکتی ہے۔ ہاں اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس آیت کا کلی ہونا ہمارے استدلال کی تردید نہیں بلکہ گونہ تائید ہے۔ کیونکہ ہم ۲۳ سال مہلت کو انتہائی عرصہ مانتے ہیں جس کے بعد کسی مدعی الہام کا انکار درحقیقت ذاتِ باری کا انکار ہے جیسا کہ ابن القیم نے نصرانی سے کہا تھا:۔

"لا یتم لکم ذالک الا بجحودہٖ وانکار وجودہٖ تعالیٰ" (زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۵)

کہ اس دلیل کو تم اس صورت رد کر سکتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہی وجود کا انکار کر دو۔"

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس جگہ صورتِ حال کو ذہن نشین کرنے کے لیے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی عبارت بھی پیش کر دیں۔ آپ فقرہ "کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے" پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

"اس سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ جو نبی قتل ہوا وہ جھوٹا ہے بلکہ ان میں عموم مطلق ہے یعنی یہ ایسا مطلب ہے جیسا کوئی کہے کہ جو شخص زہر کھاتا ہے مر جاتا ہے اسکے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہر مرنے والے نے زہر بھی کھائی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو کوئی زہر کھائیگا وہ ضرور مریگا۔ اور اگر اس کے سوا بھی کوئی مرے تو ہو سکتا ہے۔ گو اس نے زہر نہ کھائی ہو۔ یہی تمثیل ہے۔ دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے۔ جو کوئی زہر کھائیگا ہلاک ہوگا۔ اگر اس کے سوا بھی کوئی ہلاک ہو تو ممکن ہے۔ ہاں یہ نہ ہوگا کہ زہر کھانے والا بچ رہے۔" (مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ ۱۷ حاشیہ)

پس اگر بعض صادق نبیوں کا زمانہ ۲۳ سال سے کم ہے تو ہوا کرے۔ جب وہ صادق ہیں تو ان کی صداقت مسلّم ہے لیکن ان کے زمانہ کی کمی ۲۳ سالہ معیار کو باطل نہیں کر رہی۔ وھو المراد۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ اور ۲۳ سال مہلت

پٹیالوی معترض نے اس ضمن میں آخری عذر یہ کیا تھا کہ:۔

"اگر مرزا صاحب کا استدلال مان بھی لیا جائے تو انہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے دعویٰ نبوت کو کفر قرار دیا ہوا تھا۔ سنہ مذکور میں دعویٰ کیا اور سات برس بعد ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ ۲۳ سال بھی کہاں رہے۔" (عشرہ صفحہ ۱۲)

ہمارے مخاطب کی یہ آخری امید تھی لیکن اس کی حقیقت بھی تارِ عنکبوت سے زیادہ نہیں۔
اگرچہ آیت ولو تقوّل علینا کے الفاظ میں مخصوص طور پر نبوّت کا دعویٰ مذکور نہیں بلکہ مطلق دعویٔ وحی و الہام مراد ہے لیکن بغرض اختصار ہم یہی تسلیم کر لیتے ہیں کہ نبوّت کا دعویٰ چاہیئے۔ اب یہ سوال باقی ہے کہ حضرتؑ نے کب دعویٰ فرمایا؟ معترض کہتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں دعویٰ کیا کیونکہ اس سے قبل تو آپ دعویٔ نبوّت کو کفر قرار دیا کرتے تھے۔ مَیں کہتا ہوں کہ آپؑ نے دعویٔ نبوّت کو بے شک کفر قرار دیا ہے لیکن نہ صرف ۱۹۰۱ء تک بلکہ ۱۹۰۸ء تک۔ مگر وہ نبوّت نبوّتِ تشریعی ہے۔ وہ نبوّت جو قرآن مجید کو منسوخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو ختم بتائے بے شک کفر ہے۔ اسی نبوّت کو آپؑ نے تمام کتب میں (۱۹۰۱ء سے قبل بھی اور بعد بھی) کفر لکھا ہے۔ چنانچہ آپؑ اپنے آخری مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مَیں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا مَیں ایسی نبوّت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٔ نبوّت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ مَیں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوّت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔"

(اخبار عام لاہور مؤرخہ ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صاحب شریعت نبی ہونے سے انکار اور اس کو کفر قرار دینا ابتداء سے انتہا تک ثابت ہے۔ ہاں غیر تشریعی نبوّت کا آپؑ کو دعویٰ تھا اور اس دعوے سے حضورؑ نے کبھی انکار نہیں فرمایا۔ نہ ۱۹۰۱ء سے پہلے نہ ۱۹۰۱ء کے بعد۔ چنانچہ آپؑ نے لکھا ہے:۔

"جس جس جگہ مَیں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور

اپنے لئے اُس کا نام پاکر اُس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اِس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ اِنہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

"کفر قرار دینے" کے حصہ کا جواب دیکر ہم اصل مبحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ منشی محمد یعقوب صاحب آیت ولو تقول علینا کی شمشیرِ بُرّاں سے خوف زدہ ہو کر حضرت اقدس کا دعویٰ نبوت ۱۹۰۱ء میں بتلاتے ہیں۔ حالانکہ غیر احمدی علماء قریباً تین سو علماء ۱۹۰۱ء سے بہت قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اسی بناء پر فتویٰ کفر لگا چکے تھے کہ آپ نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ اگر منشی صاحب کا بیان راست ہے تو ان کے علماء کی دروغ گوئی ثابت ہے۔ لیکن اگر منشی صاحب کے نزدیک علماء کا بیان درست تھا تو ان کی اپنی غلط بیانی ظاہر ہے۔ بہرصورت مخالفین احمدیت کا بطلان واضح ہے۔ ان لوگوں کے اپنے بیانات میں اس قدر تخالف اور تہافت کیوں ہے؟ صرف عداوت اور تعصب کی وجہ سے۔

مؤلف عشرہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی ۲۳ سالہ مہلت کے انکار سے فتویٰ کفر کے دستخط کنندہ تمام مولویوں کو جھوٹا اور دروغگو قرار دیدیا ہے مگر وہ مجبور ہے کیونکہ بعثت دیگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

ناظرین کرام! آپ جانتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوا کرتے۔ نیز آپ نے سُنا ہو گا کہ "دروغ گورا حافظہ نباشد"۔ ممکن ہے آپ کو آج تک اس کی تصدیق کا موقعہ نہ ملا ہو لیجئے منشی محمد یعقوب صاحب کے قلم سے اس کا ملاحظہ کر لیجئے۔ آپ نے ابھی پڑھا ہے کہ منشی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا سِن ۱۹۰۱ء بتا کر ۲۳ سال کے زمانہ سے انکار کیا ہے اب اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی پڑھیئے۔ خود لکھتے ہیں:-

"مرزا صاحب کا نشانات دکھانے کا زمانہ کب سے شروع ہوا؟ مرزا صاحب چودھویں صدی ہجری کے سرے پر بعمر ۴۰ سال اپنا مبعوث ہونا تسلیم کرتے ہیں لہذا ان کی بعثت کا زمانہ ۱۸۸۳ء ہوتا ہے اس لیے یہ دس لاکھ نشانات جو ۱۹۰۶ء تک ظاہر ہوئے مرزا صاحب کی ۲۰ سالہ زمانۂ رسالت کی کمائی ہے۔" (تحقیق لاثانی یا عشرۂ کاملہ حصہ دوم صفحہ ۱۲۳)

گویا ۱۹۰۳ء تک حضرت مسیح موعودؑ کا ۲۰ سالہ "زمانۂ رسالت" گزر چکا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں حضورؑ کا وصال ہوا۔ معترض پٹیالوی کے اس حساب سے بھی آپؑ کا زمانۂ رسالت ۲۵ سال بنتا ہے۔ منشی صاحب نے مطالبہ کیا تھا کہ "۲۳ سال نبی کہاں رہے"؟ اب دیکھئے اسی کے قول سے ۲۵ سال زمانۂ رسالت ثابت ہوگیا۔

کیا اس سات سال اور پچیس سال کے کھلے اختلاف میں تطبیق ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو "دروغگو را حافظہ نباشد" کا پورا نظارہ ہے۔ منشی صاحب! اختلاف بیانی اس کو کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خوب فرمایا ہے اِنِّی مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔

خلاصۂ بیان

حضرات! ولو تقوّل علینا کے فیصلہ کن معیار پر معترض نے تین اعتراض کئے تھے ہم نے تفصیل وار ان سب کا جواب دے دیا ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ کسی مفتری علی اللہ کو تیئس ۲۳ برس مہلت نہیں ملی اور نہ مل سکتی ہے۔ پھر ہم نے واضح کر دیا ہے کہ بعض نبیوں کا کم عرصہ مہلت پانا اس معیار میں قادح نہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت اور تیئس سالہ مہلت کا ثبوت بھی دیدیا گیا ہے بلکہ خود مکذب کے الفاظ میں اس کا اعتراف دکھا دیا گیا ہے۔

آپ خدارا غور فرمادیں کہ کیا اب بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف حق بجانب ہیں۔ خدا کا قانون مفتری کی جلد ہلاکت کا اعلان کرتا ہے، اُمت مسلمہ اس قانون کو عقائد میں داخل کرتی ہے، واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں لیکن جب اس قانون سے حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت ثابت ہو جاتی ہے تو تاریکی کے فرزند انکار کر دیتے ہیں اور اس دن سے غافل ہو جاتے ہیں کہ جب دانت پیسنا اور رونا ہوگا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ دنیا اس مقدس کو دجال اور کذاب قرار دیتی ہے لیکن خدا اپنے وعدہ کے مطابق جو وہ تورات اور قرآن مجید میں کر چکا تھا اس کو ہلاک اور برباد نہیں کرتا بلکہ اسے بڑھاتا ہے اور خوب سرسبز کرتا ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ وہ دنیا کے فتووں اور اس کی ایذا رسانی کو دیکھ کر بارگاہِ الٰہی میں خود عاجزانہ عرض کرتا ہے ؎

اے قدیر و خالقِ ارض و سما | اے رحیم و مہربان و رہنما

اے کہ میداری تو بر دلہا نظر | اے کہ از تو نیست چیزے مستتر

گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر | گر تو دیدہ استی کہ ہستم بد گہر

پارہ پارہ کن من بدکار را | شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار | ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برار
آتش افشاں بر در و دیوارِ من | دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
ور مرا از بندگانت یافتی | قبلۂ من آستانت یافتی
در دلِ من آں محبت دیدۂ | کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از روئے محبت کار کن | اندکے افشائے آں اسرار کن

(حقیقۃ المہدی صـ)

ترجمہ۔ اے قادر اور آسمان و زمین کے خالق۔ اے رحیم، مہربان اور رہنمائی کرنیوالے خدا!۔ اے وہ ذات جو دلوں پر نظر رکھتی ہے۔ اے وہ ذات جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اگر تو دیکھتا ہے کہ میں فسق و شرارت سے پُر ہوں۔ اگر تیری نظر میں میں ایک بدگہر انسان ہوں تو تو مجھ بدکار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان دشمنوں کے گروہ کو خوش کر دے۔ ان کے دلوں پر رحمت کا بادل برسا اور اپنے فضل سے ان کی سب مرادیں پوری کر دے اور میرے گھر بار پر آگ برسا دے۔ میرا دشمن ہو جا اور میرے کاروبار کو تباہ کر دے۔ لیکن اے خدا! اگر تو جانتا ہے کہ میں تیرے مخلص بندوں میں سے ہوں اور میرا قبلہ تیرا آستانہ ہے اور تو میرے دل میں اپنی اس محبت کو موجزن پاتا ہے جو باقی جہان سے مخفی ہے تو پھر تو میرے ساتھ از روئے محبت سلوک کر اور اپنے ان رازوں کو قدرے ظاہر فرما۔"

بھائیو! ان درد بھرے الفاظ کو پڑھو، اس رقت و سوز و گداز کو ملاحظہ کرو اور خدا تعالیٰ کی بے انتہا تائید و نصرت کو دیکھو۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (الجمعۃ) جھوٹے مدعی ولایت کبھی موت کی خواہش نہیں کر سکتے۔ کیا اس درد انگیز دعا کو پڑھ کر بھی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ حضرت مرزا صاحبؑ صادق اور راستباز نہ تھے؟ انصاف! خشیت!! اور تقویٰ!!!

حضرت مرزا صاحب اکیلے اُٹھے۔ مخالفت کی آندھیاں اور دشمنی کے طوفان

آئے ۔ آپؑ کو گالیاں دی گئیں ، پتھر مارے گئے ، ہر رنگ میں لوگوں کو روکا گیا، مگر بخدا آپؑ کی آواز میں مقناطیسی قوت تھی اور بے انتہا جذب کہ دنیا چاروں کناروں سے آپؑ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے سلسلہ کو روز افزوں ترقی نصیب کی ۔ اللہ اللہ ۔ وہ آواز جو کس مپرسی کی حالت میں ایک گاؤں سے نکلی تھی آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں گونج رہی ہے چشم بصیرت کے لئے اس میں سبق ہے ؎

یہ فتوحات نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

مبارک وہ جو اس موعود کو شناخت کریں اور اس کے مسیحائی نفس سے زندگی حاصل کریں ۔ اے کاش کہ مسلم قوم بیدار ہو ۔